سلسلۂ اشاعت امامیہ مشن پاکستان رجسٹرڈ لاہور ۸۹

پس منظرِ کربلا

(دوسرا ایڈیشن)

تحریر

سرکار علامہ الحاج سید سبط الحسن فاضل ہنسوی صاحب قبلہ مدظلہ

علی گڑھ (انڈیا)

قیمت ۲/۵۰ پیسہ

امامیہ مشن پاکستان

کے سلسلۂ اشاعت کے انمول شاہکار "پس منظر کربلا" کا دوسرا ایڈیشن آپ کے پیش نظر ہے۔

فاضل مؤلف سرکار علامہ سید سبط الحسن فاضل ہنسوی کی ذات گرامی شیعی دنیا میں محتاج تعارف نہیں ہے۔ آپ متعدد کتابوں کے مصنف اور ملت جعفریہ کے ذمہ دار اہل قلم ہیں۔ کارکنان امامیہ مشن پاکستان مولانا ممدوح کے سپاس گزار ہیں کہ انہوں نے از راہ لطف و کرم اپنا زیر مقالہ بغرض اشاعت مرحمت فرمایا ہے۔ امید کہ آپ آئندہ بھی اپنی قلمی معاونت سے ہمیں ممنون فرماتے رہیں گے۔

اس کتابچہ میں آپ نے مشہور مصری محقق علامہ مائلی حنفی کی زبانی "قتل الحسین یوم سقیفہ" کی فاضلانہ توضیح فرمائی ہے۔ اختصار کے باوجود نہایت وقیع پیش کش ہے افراد ملت کی خدمت میں التماس ہے کہ اس مفید کتابچہ کو زیادہ سے زیادہ تعداد میں خرید کر اپنے حلقۂ اثر میں مفت تقسیم کریں اور ہر پڑھے لکھے شیعہ کو مشن کا ممبر بنانے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں تاکہ سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام کے پاکیزہ دین کی زیادہ سے زیادہ نشر و اشاعت ہو سکے۔

اس کتابچہ کو غیر شیعہ حضرات ملاحظہ نہ فرمائیں ممکن ہے کہ بعض باتیں ان کے نظریات کے خلاف ہوں

پہلا ایڈیشن جولائی ۱۹۶۰ء
دوسرا ایڈیشن جنوری ۱۹۶۱ء

جنرل سیکرٹری
امامیہ مشن پاکستان لاہور ۲

پس منظرِ کربلا

علامہ علائی حنفی مصری کی زبانی

حضرت سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے فرزند حسینؑ کی شہادت کی پیش گوئی مختلف موقعوں پر فرمائی ہے یہ پیش گوئیاں صرف اپنے اہل بیتؑ ہی کو مطلع کرنے کے لیئے نہیں کی گئیں بلکہ آنحضرتؐ نے عام مسلمانوں کو مطلع کرنے کے لیے اصحاب وانصار کے مجمع میں بھی حسینؑ کی ہونے والی شہادت کا بار بار اعلان فرمایا اس ضمن کی احادیث پیغمبرؐ جو اخبار شہادت پر مشتمل ہیں ان کو شہرت و تواتر کا درجہ حاصل ہے۔ شاہ عبد العزیز محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

اما اخبار النبی صلعم بھذہ	شہادت امام حسینؑ کے متعلق ایسے
الوقعۃ الھائلہ من جھت الوحی	اخبار و احادیث پیغمبرؐ جو یہ دلالت
بواسطۃ جبرئیل وغیرہ من	کرتے ہیں کہ آپ کو جبرائیل یا کسی دوسرے
الملائکۃ فمشھور متواتر	فرشتے کے ذریعہ بطور اعلام پیشین گوئی
(سر الشہادتین صفحہ ۵ مطبوعہ	کے مطلع کیا گیا ہے بہت مشہور
مصطفائی ۱۲۵۷ھ)	و حد تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں

قبل از وقوع واقعہ امام حسینؑ کی شہادت کی شہرت اس قدر کیوں تھی؟ اس کے متعلق محدث دہلوی لکھتے ہیں:۔

لما كان مبنی امرہ علی الشهرة والاعلان انزله اولا فی الوحی علی لسان جبرئیل وغیرہ من الملائکة ثم تبعین المکان وتسمیة وتعین الزمان۔

(سر الشهادتین شاہ عبد العزیز (صفحہ ۵ و ۶)

چونکہ امام حسینؑ کی شہادت اعلان وشہرت کے اوپر مبنی تھی۔ اس لیے خداوندِ عالم نے سب سے پہلے جبرئیلؑ اور دوسرے ملائک مقربؑ کے ذریعے رسول اللہؐ کو بذریعہ وحی مطلع کیا۔ یہاں تک کہ مقام شہادت زمانہ شہادت کو بھی بتلا دیا اور پھر رسول اللہ نے عام مسلمانوں کو آگاہ کیا۔"

اس سلسلہ میں بکثرت اخبار و احادیث کتب معتبرہ فریقین میں موجود ہیں میں صرف ایک حدیث کو نقل کرتا ہوں تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ شہادت امام حسینؑ کی پیشین گوئی کو سننے کے بعد عموماً مسلمانوں کی کیا حالت ہوتی تھی۔ واقعہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضور ختمی مرتبتؐ سفر میں تشریف لے گئے تھے جب سفر سے واپس تشریف لائے تو معمول کے مطابق سب سے پہلے اپنے پارۂ جگر فاطمہؑ کے بیت الشرف میں تشریف لے گئے مہاجرین وانصار اور جملہ اہل مدینہ زیارتِ پیغمبرؐ کے لیے مسجد میں مجتمع ہو گئے تھے حالت یہ تھی کہ مجمع کی مشتاق نگاہیں شوقِ دید میں جناب سیدہؑ کے درِ دولت کی طرف لگی ہوئی تھیں کہ دفعتہً رسول اللہؐ اپنے پیارے نواسوں حسنؑ وحسینؑ کو گود میں لیے ہوئے برآمد ہوئے

فصعد المنبر فخطب ووعظ

اور منبر پر تشریف فرما ہو کر وعظ وخطبہ

والحسین بین یدیه مع الحسن
فلما فرغ من خطبته وضع
یده الیمنی علی راس الحسین
ورفع راسه الی السماء قال
اللهم انی محمد عبدك و
نبیك وهذان اطائب عترتی
وخیار ذریتی وارومتی ومن
اخلفهما فی امتی اللهم وقد
اخبرنی جبرئیل بان ولدی
هذا مقتول مخذول اللهم
فبارك لی فی قتله واجعله
سادات الشهداء انك علی
کل شیئ قدیر - اللهم ولا
تبارك فی قاتله و خاذله
قال فضج الناس فی المسجد
بالبکاء فقال النبی اتبکون
ولا تنصرونه اللهم فکن له
انت ولیا و ناصرا
مقتل الحسینؑ لابی

ارشاد فرمانے لگے اس حالت میں کہ
امام حسنؑ اور امام حسینؑ آپ کی گود
میں تھے بعد ختم خطبہ حضرتؐ نے دست
راست کو حسینؑ کے سر پر رکھا اور
اپنے سر کو آسمان کی طرف بلند فرما کر
یہ ارشاد فرمایا۔ خداوندا میں تیرا بندہ اور
پیغمبر محمدؐ ہوں۔ اور یہ دونوں فرزند حسنؑ
و حسینؑ میری پاکیزہ ترین اور بہترین ذریت
و عترت ہیں جن کو میں اپنی امت میں
اپنا خلیفہ چھوڑ رہا ہوں۔ خداوندا
جبرئیل نے مجھ کو یہ خبر دی ہے کہ میرا یہ
فرزند حسینؑ بظلم و ستم قتل کیا جائے گا
خداوندا شہادت حسینؑ کی وجہ سے مجھ
کو (میری نسل میں) برکت عطا فرما اور
میرے حسینؑ کو تمام شہیدوں کا سردار
بنا لے بے شک تو ہر شے پر قادر ہے
خداوندا تو اس کے قاتل و دشمن کو
برکت نہ دے۔ یہ سننا تھا کہ مسجد میں
لوگوں کی گریہ زاری کی وجہ سے ایک چیخ

بلند ہوئی یہ دیکھ کر پیغمبرؐ نے ارشاد فرمایا (آج) تو تم لوگ روتے ہو لیکن (کل) میرے حسینؑ کی مدد نہ کروگے خداوندا تو ہی میرے حسینؑ کا والی و مددگار ہے"۔

المؤید للموفق بن احمد المکی الحنفی الخوارزمی الجزء الاول والفصل الثامن
صفحہ ۱۶۴ - طبع عراق

اس خبر سے مندرجہ ذیل امور مستفاد ہوتے ہیں:-

۱- خلافت رسولؐ اہل بیتؑ رسولؐ کے لیے مخصوص تھی۔

۲- شہادت حسینؑ کی وجہ سے (نسل) رسولؐ کو برکت حاصل ہوئی

۳- امام حسینؑ سید الشہداء ہیں

۴- قاتلان و دشمنانِ حسینؑ مبغوض خدا اور رسولؐ اور قابل نفرت ہیں

۵- شہادت و مصائب حسینؑ سن کر رونا سنت ہے

۶- شہادت حسینؑ کے ذمہ دار صرف وہی نہیں جو کربلا میں لڑنے آئے تھے، بلکہ اصحاب رسولؐ بھی ہیں جنہوں نے اہلِ بیتؑ کی مدد نہیں کی اور جس کی وجہ سے حزبِ مخالف کو طاقت پہنچی۔

ظاہر ہے کہ خبر شہادت کو سن کر صحابہ کرام کا آہ و واویلا اور گریہ و بکا کرنا یہ ان کی محبت کی دلیل ہے جو ان کو رسولؐ اور آلِ رسولؐ سے تھی لیکن اس حالت میں پیغمبرؐ کا ان کو متنبہ کرنا اور یہ ارشاد فرمانا کہ آج تو تم روتے ہو لیکن کل وقت پڑنے پر مدد نہ کروگے ان کے لیے انتہائی پریشانی و اضطراب کا سبب ہوا ہوگا اس وقت ان کا دل یہ کیونکر قبول کرنے کے لئے

آمادہ ہو سکتا تھا کہ وہ حسینؑ کی مدد نہ کریں گے یقیناً وہ اپنے گریہ کو ضبط کرتے ہوئے یہ غور کرنے لگے ہوں گے۔ کیا ہم سے یہ امید کی جا سکتی ہے کہ ہم آلِ رسولؐ کی مدد نہ کریں۔ لے معاذ اللہ یہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہم نے تو وطن چھوڑا پیغمبرؐ کا ساتھ دیا۔ مہاجر کہلائے۔ ہاں ہم لوگوں نے تو پیغمبرؐ کی مدد کی سینہ سپر ہوئے اور ایسی نصرت کی کہ انصار کہلائے۔ ہم مہاجرین و انصار سے کیونکر ہو سکتا ہے کہ فرزند رسولؐ کی مدد نہ کریں۔ کیا ہم کلمہ گو نہیں؟ کیا ہم اجرِ رسالت ادا کرنے میں بخل کریں گے ہم پر تو رسولؐ اور ان کے اہلِ بیت کا احسان ہے یہ ہمارے محسن ہیں ہم اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرنے والے ہیں۔ کیا اہلبیتؑ رسولؐ جو پیغمبرؐ کے جانشین اور خلیفہ ہوں گے ہم ان کی اطاعت نہ کریں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم میں سے کوئی اس کی سرتابی کرے اور ان کی اطاعت و نصرت نہ کرے۔ شاید حسینؑ کی شہادت پوشیدہ طور پر ہو جائے اور ہم لوگ آگاہ نہ ہو سکیں لیکن نہیں رسولؐ تو صاف فرماتے ہیں "ولا تنصروننہ" جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہمارے علم میں شہید ہوں گے اور مدد کر سکنے کے باوجود ہم حسینؑ کی مدد نہ کریں گے گویا حسینؑ کی شہادت کی ذمہ داری ہمارے اوپر عائد ہوگی اے کاش ایسا نہ ہوتا؟

یہ وہ خیالات ہیں جو رسول اللہؐ کی تقریرِ خبرِ شہادت کے بعد ہر مہاجر و انصار کے دل میں پیدا ہونا ایک فطری امر ہے در اصل رسول اللہؐ کی حیات میں اسبابِ شہادت کے متعلق اصحاب کچھ نہیں سوچ سکتے تھے اور نہ رسول اللہؐ کے بعد واقع ہونے والے حالات کا صحیح اندازہ لگا سکتے تھے۔

علاوہ بریں جناب رسالت مآبؐ کا عام مسلمانوں کے مجمع میں یہ اعلان کرنا کہ ان

کا فرزند حسینؑ بظلم و ستم قتل کیا جائے گا۔ اس کو مسلمانوں نے حیرت و استعجاب سے سنا ہوگا اور اس خبر کو ایک دوسرے سے بیان کیا ہوگا اس بنا پر تمام مسلمانوں کو حسینؑ کی ہونے والی شہادت کی اطلاع ہوگئی ہوگی جس کی بنا پر ہر ایک کے دل میں نصرتِ حسینؑ کا جذبہ پیدا ہو جانا چاہیئے تھا۔ اصحابِ رسولؐ میں سے یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ خبر شہادت سے بے خبر ہے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ جناب ابن عباسؓ کیا فرماتے ہیں :۔

اخرج الحاکم عن ابن عباس رضی اللہ عنہ قال ما کنا نشک واھل البیت متوافرون ان الحسین یقتل بالطف (تحریر الشہادتین شاہ سلامت اللہ حنفی ص ۸۹ طبع کان پور)

ہم اصحابِ رسولؐ اور اہل بیتِ پیغمبرؐ سب کے سب حسینؑ کی شہادت کا جو کربلا میں واقع ہونے والی تھی یقین رکھتے تھے کسی کو ذرا بھی اس میں شک نہ تھا اس خبر کو امام حاکم نے اخراج کیا ہے

ہاں بعد شہادت اصل سبب کا معلوم کر لینا دشوار نہیں حالات نے پردے چاک کر دیئے اور حقیقت نگاہوں کے سامنے آگئی۔ عبدالرحمٰن بن عیسٰی الہمدانی بیان کرتے ہیں کہ ایک بالغ نظر ہاشمی سے دریافت کیا گیا کہ :۔

قیل الرجل من بنی ھاشم متی قتل الحسین بن علیؑ فقال یوم سقیفہ بنی ساعدہ (کتاب الالفاظ الکتابیہ عبدالرحمٰن بن عیسٰی الہمدانی ص ۱۴۳ طبع بیروت)

"حسین بن علیؑ کب قتل کئے گئے جواب دیا کہ در اصل حسینؑ سقیفہ بنی ساعدہ کے دن شہید ہوئے"۔

اس ہاشمی مفکر کا مقصد یہ تھا کہ حسینؑ کی شہادت کا اصل سبب سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی ہے جس کے نتیجہ میں حسینؑ شہید کیے گئے" اس نتیجہ تک ہر غیر متعصب انسان پہنچ سکتا ہے جو صدر اول کی تاریخ اسلام کا مطالعہ علمی (سائنٹیفک) طریقہ پہ تاریخی تحلیل، تجزیہ و استخراج نتائج کے ساتھ کرے۔ چنانچہ اس حیثیت سے اکثر علماء اسلام نے واقعات کربلا کا مطالعہ کیا ہے موجودہ زمانہ میں بھی ایک مشہور و معروف مصری عالم اہل سنت ہیں جنہوں نے واقعۂ کربلا پہ اسی حیثیت سے نظر کی ہے اور اپنی تحقیقات علمیہ و تدقیقات تاریخیہ کو دنیائے فکر و نظر کے سامنے پیش کر دیا ہے ان بزرگ کا نام "الاستاذ العلامہ الشیخ عبداللہ العلائلی المصری" ہے جو عصر حاضر کے طراز اول کے علماء محققین و مصنفین و مدققین میں سے ہیں اور جن کی تصانیف اسلامی دنیا میں مقبول و مشہور ہیں اس لیے میں اپنے اس مضمون میں خاص کر علامہ علائلی مصری کے افادات و تحقیقات کو پیش کروں گا۔

حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں نے خلافت و نیابت پیغمبرؐ کے معاملہ میں بڑی سخت غلطی کی وہ نیابت رسولؐ کو ایک دنیاوی حکومت سمجھے حالانکہ خود رسول اللہؐ کی حکومت حکومتِ الٰہیہ تھی۔ اور آپ کے صحیح جانشین بھی حکومت الٰہیہ پر فائز تھے۔ لیکن مسلمانوں کو وفاتِ رسولؐ کے بعد پست ترین نظریہ حکومت کو قبول کرنے کے لیے مجبور کیا گیا پیغمبر اسلامؐ سے پہلے عرب میں عشیرہ و قبیلہ کی تقسیم اور پھوٹ تھی، ان کی حکومت بھی اس نظام کے تحت تھی قبائل کی تقسیم اور نظام عشیرگی ان کو کسی نقطۂ اتحاد پر مجتمع نہیں ہونے دیتی تھی وہ مختلف

جرگوں میں تقسیم ہو کر اختلاف کی دنیا میں زندگی بسر کرتے تھے پیغمبر اسلامؐ نے ان
کے تشتت و افتراق اور خودساختہ امتیازات کو مٹا کر ایک نظام الٰہی کے
ماتحت ایک کو دوسرے کا بھائی بنا کر "ملت واحدہ" کا سبق پڑھایا
دوسرے الفاظ میں یوں عرض کروں کہ آنحضرتؐ کی حیثیت ایک دنیاوی
بادشاہ کی سی نہ تھی اور نہ آپ کا نصب العین کسی دنیاوی سلطنت کی بنیاد
رکھنا تھا۔ بلکہ آپ بغیر کسی نسلی و ملکی و اقتصادی امتیاز کو قائم کیے ہوئے تمام
انسانوں کی ایک ایسی برادری قائم کر رہے تھے جس کا ہر فرد انسانیت و اخلاق کے
جوہر سے آراستہ ہو۔ گویا آپ تمام دنیا کو مدینہ فاضلہ کے درجے پر لا رہے تھے
جہاں خودساختہ انسانی دستور نہیں بلکہ الٰہی قانون کا نفاذ کیا جانا ضروری تھا
اس کو دنیاوی بادشاہت سے کوئی لگاؤ نہ تھا۔ دنیاوی بادشاہت کا مقصد
تو صرف مادی اقتدار بڑھانا اور آس پاس کے ممالک پر فوج کشی کر کے مال و
دولت سے خزانوں کو مملو کرنا۔ سرمایہ دارانہ نظام کو تقویت دینا ہوتا
ہے۔ اس بادشاہت کی پوری کامیابی کا معیار صرف سطوت و اقتدار کی
زیادتی، توسیع حدود سلطنت اور جاہ و حشمت کی فراوانی پر منحصر ہوتا ہے
جہاں حق و ناحق کا سوال نہیں اور نہ عدل و مساوات کی شرط ہے اور نہ اخلاق
و ادب کی کوئی مراعات ہے اس کا معیار تفوق صرف جہانگیری و جہانبانی کے
سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ اس کے برخلاف الٰہی حکومت وہ ہے جس کا قیام عدل و
مساوات کے لیے ہوتا ہے جس میں ضروریات اجتماعی۔ لوازم تمدن۔ انتظامات ملی سب بلندی
اخلاق اور صحیح انسانیت کے سایہ میں انجام پاتے ہیں۔ اس کا اصلی مقصد توسیع

حدودِ مملکت نہیں ہوتا۔ بلکہ اصلاح الارض ہے جس کے لیے سب سے پہلے اصلاحِ نفس کی ضرورت ہوتی ہے۔ غرضیکہ پیغمبر اسلام نے زمانہ جاہلیت کے عشیرگی و جمہوری نظام ملوکیت کو ختم کر کے حکومت الٰہیہ کو قائم فرمایا چنانچہ اس کا اقرار ہر ایک کو ہے کہ آنحضرت کی حکومت "حکومت الٰہیہ" تھی۔ ملوکیت اشرافیت، اشتراکیت یا جمہوریت نہ تھی۔

علامہ شیخ عبداللہ العلائلی المصری لکھتے ہیں۔

نعلم ان النبی جمع السلطنة الزمنية في يديه الى جانب السلطنة الدينية فكان مصدر كافة السلطات محكومة على ما وصل الينا من اخبارها ثيوقراطيه في جوهرها

(تاریخ الحسین نقد و تحلیل علائلی ص ۱۳۵ طبع بیروت)

"ہمیں معلوم ہے کہ پیغمبر اسلام کے ایک ہاتھ میں حکومت دنیوی کی لگام تھی اور دوسرے ہاتھ میں دینی حکومت کی زمام۔ در اصل آپ ہر حکومت کے سرچشمہ تھے اس بنا پر حضرت کی حکومت بنیادی حیثیت سے ثیوقراطیہ حکومتِ الٰہیہ تھی۔

اسی حکومت الٰہیہ کی وجہ سے پیغمبر کی آمریت سے کسی مسلمان کو اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی تھی۔ علائلی لکھتے ہیں:۔

انهم اخذوا حكومة النبي من جانبها الروحي و نظروا اليها من هذه الناحية فقط فلم يجدوا

غرضیکہ انہوں نے پیغمبر کی حکومت کو خدا کی جانب سے ایک روحانی حکومت کی حیثیت سے تسلیم کیا تھا۔ اس وجہ سے اس حکومت

فيها ما يحيي عنعنا تهما العصبية
القديمة وما يهيج فيهم الحماس
التقليدي ان النظر الى النبي كان
دينيا محضا على انه وان مارس
السلطة الزمنية فقد كانت
الصبغة الدينية تغمرها حتى
لتخفي لوازم الحكم والسيطرة
ويكفي ان نعرف ان الاعتقاد حينئذ
بان اساس القياد في يد النبي
قربة دينية وذخيرة اخروية
(تاریخ الحسینؑ نقد وتحلیل صفحہ ۳۰)

الٰہی کے خلاف کوئی اقدام نہیں
کرسکتے تھے۔ اور عصبیت قدیم
جاہلیت کی رگ ان کو متحرک
نہیں کرسکتی تھی۔ اور نہ ان کی حمایت
تقلیدی ہی ہیجان میں آسکتی تھی
وہ پیغمبرؐ کو ایک دینی اور روحانی آمر
وپیشوا کی حیثیت سے دیکھتے تھے
جن کا جذبۂ حکومت نبوت وروحانیت
میں گم تھا۔ اور پیغمبرؐ کی اطاعت و
فرمانبرداری کو عبادت کو ذخیرۂ آخرت
جانتے تھے"۔

شیخ علائلی پھر لکھتے ہیں:-

نحن نعرف ان الاعتقاد في حكومة
النبي قائم على انها الهية
محضة وان ممارستها ضرب
من رسالته التشريعية فلا
عجب اذا مالت القبائل الى الرضى
والاستسلام ولم تحارب
السلطة المطلقة في شخص النبي

"ہم یہ جانتے ہیں کہ عہد رسالت
کے عرب مسلمان یہ اعتقاد رکھتے تھے
کہ پیغمبرؐ کی حکومت الٰہیہ ہے اور
آپ کی حاکمیت و آمریت جزو
پیغمبری ہے۔ اس لیے وہ اس
حکومت سے راضی و خوشنود تھے
اور حضرتؐ کی مخالفت کی جرأت

وموت النبي وضع حداً لهذا الاعتقاد في الاشخاص (تاریخ المسلمین الاولی ص۸۱) نہیں کر سکتے تھے ۔ لیکن حضرتؐ کی موت کے بعد یہ اعتقاد صرف حضرتؐ کی ذات تک محدود ہو گیا اور انتخاب و شوریٰ سے ہونے والے خلفاء کے لیے یہ بات نہ رہی)

حالانکہ نبض قرآن " اولی الامر و خلیفہ رسولؐ " کی اطاعت بھی مثل اطاعت خدا و رسول ہونی چاہیئے ۔ جیسا کہ اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم ؕ کی آیت اس پر دلالت کرتی ہے کیونکہ جس طرح اللہ و رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے ویسے ہی اولی الامر کی اطاعت و فرمانبرداری لازم و واجب قرار دی گئی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جانشینانِ رسولؐ کی حکومت بھی حکومت الہیہ ہونی چاہیئے ۔ لیکن مسلمانوں نے خدا اور رسولؐ کے حکم سے روگردانی کر کے رسولؐ کی خلافت اور جانشینی کو حکومت الہیہ نہ سمجھا اور اپنے انتخاب و اجماع پر اس کو منحصر کر دیا ۔ صرف یہی نہیں بلکہ قہر و غلبہ بھی استحقاق خلافت کے لئے کافی سمجھا جانے لگا ۔ حد یہ ہے کہ سقیفہ بنی ساعدہ میں جہاں خلیفہ ساز مہاجر و انصار کی ایک مختصر و ہنگامی جماعت اکٹھی ہوئی تھی وہ لوگ کسی بلند معیار پر خلیفہ کا انتخاب نہیں کر رہے تھے بلکہ اس انتخاب کے موقع پر وہ لوگ زمانہ جاہلیت کے نظام عشیرگی سے زیادہ متاثر تھے ان کا نظریہ اسلامی حکومت کے قیام کا نہ تھا بلکہ وہ اپنے اپنے قبیلہ و عشیرہ کی سیادت و امارت کی فکر میں تھے جس میں انصار کے مقابلے میں مہاجرین کو کامیابی ہوئی ۔

اس امر کی طرف علامہ عاملی اشارہ کرتے ہیں :-

ومن هذه المقاولات نفهم ان فكرة الدولة كانت بعيدة عن اذهانهم كما نلمس مقدار الاثر القبلي في الخلاف (تاریخ الحسین ص۷۰)	"مہاجرین وانصار کی تقریروں سے یہ بات ہمارے ذہن نشین ہوجاتی ہے کہ اصحاب سقیفہ دولت اسلامی کے قیام کی فکروں سے یہ چیز ان کے ذہنوں سے دور تھی ہاں (زمانہ جاہلیت کے) عشیرگی سے وہ ضرور متاثر ہوئے معلوم ہوتے تھے"۔

یہ وہ حقائق ہیں جو تاریخ کی صحیح روشنی میں واقعات کا مطالعہ کرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں۔ علامہ علائلی اس طرف اپنے مخصوص انداز میں متوجہ کرتے ہیں :-

ان الواجب التاریخی نقضی علینا بان نفهم كل حادث فی محیط القبلیه علی ضوءها لانها باثارها اقوی من كل عامل اخر كالدین فهذا الذی یختمر بعد فی نفوس العرب اختمار القبلیه ونحن حینما ندیر البحث فی هذه الفترة من التاریخ علی قاعدة الدین تبیل كل شیء	اس سلسلہ میں تاریخ کا تقاضا یہ ہے کہ ان تمام حادثات کو زمانہ جاہلیت کے رجحان عشیرگی وقبیلہ بندی کے اثرات سے متاثر سمجھتے ہوئے حل کریں۔ کیونکہ یہی رجحان ان لوگوں میں اس وقت کارفرما تھا اگر ان معاملات و حالات میں دینی رجحان وعقیدہ کو کارفرما سمجھیں تو ہم اپنے کو مغالطہ میں ڈال کر انسانی طبیعت و فطرت

مغالطا النفسانی حقائق الطبیعۃ	اور بدیہیات علم النفس کے حقائق
البشریۃ واولیات علم النفس	پر پردہ ڈال دیں گے درحقیقت
کما ان المیزان التاریخی الذی	اس کو ماننا پڑے گا کہ ان حالات
نحرزہا فی التصدیر یقضی بان	میں دینی اثرات و اصلاحی اخلاق
یکون اثر الدین المبینی والمثل	ان لوگوں میں بہت کم تھا"
الجدیدۃ فی ھذہ النفوس	
جزئیا وعاملا الی حد ما	
(تاریخ الحسین ص۸)	

بہر حال سقیفہ بنی ساعدہ کی کارروائی کا نفسیاتی اثر عربوں پر بہت برا پڑا اس کو بھی محقق علائلی کے الفاظ میں سنیئے :-

ان فاول ما یتبادر الی ذھن	"سقیفہ کی کارروائی کے نتیجہ میں جب
الاعراب اذا رأوا رجلا من	عربوں نے دیکھا کہ ایک معمولی عرب
عامۃ العرب یتبوأ کرسی	منبر نشین ہو کر ان کا حاکم ہو گیا
الحکم ان الامر تم لہ بالغلبۃ	اور پیغمبر کا جانشین بن گیا تو اس سے
فقط والنتیجۃ المنطقیۃ لھذا	سب سے پہلے جو چیز ان کے ذہن
الفھم ما داموا ذوی سلطۃ	نشین ہوئی وہ یہ تھی کہ یہ شخص
تخول لھم الغلبۃ فی حومۃ	صرف قہر و غلبہ کی بنا پر ہی
الصراع فھم احق واجدر	پیغمبر کے تخت و تاج کا مالک بنا
بالامر وثبت صدق ھذا	اس لئے اس سے زیادہ ہم حکومت کے

التطرعنهم الخلاف على الترشيح
الذى نمى اليهم من اخباره
ولا شك قد كان فيهم من
يرشح للمصير علىؑ وهو الذى عرفوه عن
قرب واحبوا فيه شخصيته الممتازة
ونحن نرجح ايضاً بان اعتقاد
المفطرين ينصرف الى الموازنة
الدينية واستحق النبى علقة
بهذا النوع من التخصص و
الامتياز الروحى فلم يكن
بعيداً ان يطمئن العرب الناؤون
الى ممارسة هذه الاسرة الحكم
فى ظل الدين بالخلافة والنيابة
والذى يدلنا على صدق هذا
النقد يراحتجاج عمر الذى
اصطنع فيه منطقا صوريه
التفيئة الوهبية من هذه
الناحية خير تصوير فقد
اشار لنا فى كلمة له يومذاك

مستحق ہیں۔ کیونکہ قوت و طاقت
تو در اصل ہمارے ہاتھوں میں ہے
جانشینئ محمدؐ کا حق دار ہم سے زیادہ
کون ہو سکتا ہے۔ ہمارے اس بیان
پر سقیفہ بنی ساعدہ کی کاروائی
خود دلیل ہے اس میں کوئی شک
نہیں کہ ان لوگوں میں سے ایسے
لوگ بھی تھے جو حضرت علیؑ کے
انجام پہ رکہ ان سے ان کا حق زبردستی
لیا جا رہا ہے) در بے تھے .
کیونکہ علیؑ لیے وہ لوگ اس امر کا
مستحق سمجھتے تھے اور اس معرفت
کے ساتھ وہ علیؑ کو ان کی ممتاز
شخصیت کی بنا پر دوست بھی
رکھتے تھے ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ
لوگ جو کسی جذبہ سے متاثر نہیں بلکہ اصول
فطرت کے پابند ہیں وہ اس کے معتقد ہیں
کہ امور دین میں بھی قانون ارث کا لحاظ ہے
بے شک خانوادہ پیغمبر روحانیت دینی میں

الی ان العرب شدید النفور من
السلطة الا عن نبعة الدین
ومن الخیرات نفرها علی طوعها
لما لهما من القیمة الجوهریة فی
بحث هذا الموضوع قال و الله
لا ترضی العرب ان یؤمرکم
ونبیها من غیرکم ولکن
العرب لا تمتنع ان تولی امرها
من کانت النبوة فیهم
وولی امرها منهم ولنا بذلک
علی من أبی من العرب الحجة
الظاهرة والسلطان المبین
من ذا ینازعنا سلطان محمد
وامارته ونحن اولیاءه و
عشیرته الا مدل بباطل او
متجانف لاثم او متورط فی
هلکة تامل قوله ولکن العرب
لا تمتنع ان تولی امرها من کانت
النبوة فیهم الذی هو بیان

ممتاز و مخصوص تھا۔ اور یہ لوگ پیغمبرؐ کے
وارث بھی تھے اس لئے وہ عرب جو
بیرون مدینہ تھے وہ سب کے سب پیغمبرؐ کا
جانشین خاندان کے اہلبیت ہی کو سمجھتے
تھے میرے اس بیان کی تائید حضرت
عمر کی تقریر سے ہوتی ہے جس کو
موصوف نے منطقی استدلال کی
حیثیت سے سقیفہ میں دوسروں کے
مقابلہ میں نہایت ہی خوبی کے ساتھ
پیش کیا تھا گویا کہ عرب کی خواہشات
و رجحان کی ایک کامیاب مصور کی
حیثیت سے اپنے الفاظ میں تصویر
کشی کی ہے حضرت عمر نے اپنے ایک
کلمہ سے یہ حقیقت ظاہر کر دی ہے
کہ عرب دنیاوی سلطنت و حکومت
سے متنفر رہیں گے جب تک کہ دین
کے رنگ میں اس حکومت کو ان کے
سامنے نہ پیش کیا جائے۔ مناسب
ہے کہ حضرت عمر کی پوری تقریر

تصويري يكشف بجلاء عن
خوافي النفسية العربية من هذه
الناحية ونحن الآن نستطيع
ان نستفيد من منطق عمر
الذي استعمله ضد خصومه
السياسيين في اكتساب قضية
الترشيح من حيث هو شاهد
على ما ندعي من ان النفس
العربية تنبو عن كل سلطة
على ايه شئ كانت الا اذا جاءت
عن جانب الدين فسلبين
شكيمتها و عمر بعد ذلك
يتوسل بانهم عشيرة النبي
فهم اُحق بتمثيله ومن هذا
ننتزع الدليل على ان السلطة
وكلت الى اسرة النبيؐ من
اولى الامر لما شجر هذا الخلاف
ولما ظهرت حركة الارتداد
في اغلب الظن وهذا الذي

اس مقام پر نقل کروں اگرچہ طولانی
ہے لیکن ہمارے موضوع بحث کے لیے
انمول جواہرات ہیں موصوف فرماتے
ہیں کہ اے انصار خدا کی قسم عرب
اس پر ہرگز راضی نہ ہوں گے کہ تم ان
کے حاکم یا امیر بنو۔ اس حالت میں کہ
پیغمبر تمہارے خاندان سے نہ تھے عرب اس
کے مخالف نہیں ہیں کہ ان کا حاکم خاندان
نبوت سے نہ ہو بلکہ وہ اپنا امیر پیغمبرؐ
کے گھرانے کا ہی چاہتے ہیں اس بنا پر
جو ہماری امارت کو قبول کرنے سے انکار
کشی کرے اس کے مقابلہ میں ہم حجت
ظاہرہ و دلیل واضح رکھتے ہیں کون
ہے جو حکومت و امارت محمدؐ میں ہم
سے جب کہ ہم حضرتؐ ہی کی قوم اور
قبیلہ سے ہیں مخالفت کر سکتا ہے
ہاں جو مخالف ہوگا وہ باطل کا رواج
دینے والا گنہگار اور مبتلائے ہلاکت
ہوگا (تاریخ طبری جلد ۳ ص ۲۰۹)

ان الامر سیقضی فی النهایة الی
الحکم علی نظام الاسرة بل
یعنی ان تشکله کذلک اکثر
انسجاماً مع الروح السائدة
او خالف وبالتکتل التاریخی
وتجرب الامة شیئاً بعد شیئاً
من فهم مذاهب الحکم تنغیر
نظرتھا۔

(تاریخ الحسین صفحہ ۸۱، ۸۲، ۸۳)

دیکھیے حضرت عمر صاف صاف اعلان
کر رہے ہیں کہ عرب کو اس سے اختلاف
نہیں ہے کہ خاندان نبوت میں حکومت
و خلافت ہو۔ وہ یہ بتلا رہے ہیں کہ
عربوں کی تو خواہش ہی یہی ہے کہ ان
کا امیر و حاکم بیت نبوت سے ہو
حضرت عمر کی اس تقریر سے جو انتخاب
خلیفہ کے سلسلہ میں اپنے سیاسی دشمنوں
کے مقابلہ میں کی ہے یہ امر پایۂ ثبوت
تک پہنچتا ہے کہ اگر خلافت و امارت
اول مرتبہ ہی خاندان نبوت کے سپرد کر دی جاتی تو یہ اختلاف نہ پیدا ہوتا
اور لوگ دین سے مرتد نہ ہوتے۔ میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ دولت و حکومت
کو خواہ مخواہ ایک نسل سے مخصوص کر دوں۔ بلکہ غرض یہ کرنا ہے کہ یہ طریق
کار اس زمانہ کے عربوں کے مزاج کے مطابق تھا۔ اور اس کی وجہ سے وہ
درجہ بدرجہ ترقی کرتے اور ان کی فکر روشن تر ہوتی۔ اور دولت اسلام کے
لئے تشکیلات اساسی مستحکم ہوتے۔

محقق علائلی ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں:۔

وھذ التحلیل یظھرنا علی
ان السلطة لو اسندت من

اس تاریخی چھان بین سے ثابت
ہوتا ہے کہ اگر روز اول ہی سے

اول الامر الی شخص من اسرۃ النبی لکانت اکثر انسجاما مع الروح العربیۃ الساذجۃ البعیدۃ عن مذھب الحکم من حیث انھا تمنح جزاء من نظرھا الروحی الذی کانت تنظر بہ وحدہٗ الی النبی

(تاریخ الحسین ص۳۰)

کار خلافت کو خاندان نبوت کی کسی شخصیت کے سپرد کردینے تو یہ عربوں کے سادہ مزاج اور روح کے بالکل موافق ہوتا اور پھر کوئی فتنہ و فساد نہ ہوتا کیونکہ عرب اسی نگاہ عظمت و احترام سے جس سے پیغمبرؐ کو دیکھتے تھے اس کو بھی دیکھتے"

لیکن خلفاء کی سیاست نے یہ نہیں چاہا کہ اہلبیتؑ کسی خاص امتیاز و احترام کے مستحق رہیں بلکہ ان حضرات کو عوام کے برابر کردیا اور اپنی مصلحت سے مختلف اشخاص میں اہلبیت خلافت کو تسلیم کرکے انتخاب خلیفہ کو مجلس شوریٰ کے سپرد کردیا گیا

علامہ علائلی لکھتے ہیں :-

واعتقد بان الذی سبب کل ھذا حصر عمر الانتخاب فی ھولاء الستۃ وترشیحھم فان تسمیۃ ھولاء الی جانب علی جعلھم یتمتعون ببعض الثقۃ الشعبیۃ ویثقون بالقسم الی حد کبیروا لافلو ترک

میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ تمام بدبختیوں کا سبب یہ تھا کہ حضرت عمر نے چھ آدمیوں میں خلافت کو منحصر کردیا۔ ان لوگوں کا نام حضرت علیؑ کے نام کے ساتھ خلافت کے لئے نامزد و شامل ہونے سے عوام کی توجہ اس طرف ہوگئی کہ وہ بھی خلیفہ ہونے کا حق رکھتے ہیں اور حضرت علی کے برابر ہیں۔ اگر حضرت عمر

الانتخاب حراً لما وجد هؤلاء
عند علي في انفسهم الشجاعة
الكافية التي تحملهم على
خوض غمار الانتخاب ضده رشح
ممتاز كما لايجدون التشجيع
الكافي من الشعب خصوصاً
وان الزبير قد بايع بالامس
القريب في عهد ابي بكر
المرشح الذي ينزل ضده
اليوم والمنتهى سجناً ان مثل
هذا لايجد الجرأة التي
تحمله على ان يرشح نفسه
ضد علي واذا وجدها
فلا يجد التحبيذ الشعبي
اذن فقد كان ترشيح
عمر لهم بمثابة التزكية
وهذا اخذ اوجه عدم الرهبة
التي تكلمنا عنها في بحث
الشورى دواعي الاعتراك

انتخاب خلافت کے مسئلہ کو آزاد چھوڑ
جاتے تو ان میں سے کوئی بھی علی کی
برابری اور مقابلہ کی جرأت نہیں
کر سکتا تھا۔ نگاہِ عامہ بھی ان پر
اس حیثیت سے نہیں پڑتی کہ یہ لوگ
مستحق خلافت ہیں خصوصاً زبیر
جو ابھی کل کی بات ہے کہ حضرت
ابوبکر کے خلیفہ ہونے کے وقت
حضرت علی کی بیعت کئے ہوئے تھے
اور ان کی خلافت کے لئے کوشاں
تھے بیشک۔ اس قسم کے لوگوں میں
کب ایسی جرأت ہو سکتی ہے کہ وہ
اپنے کو علی کے برابر سمجھیں اور اگر
ایسی جسارت بھی کریں تو لوگ ان
کی کب مانتے دراصل عمر کے عمل نے
ان میں یہ جسارت پیدا کر دی اور
یہ لوگ بھی اپنے کو پانچوں سواروں
میں سمجھنے لگے حضرت عمر کی یہ حرکت
گروہ بندی اور تفرقہ سازی

والاصطراع ... کا باعث ہونے کے علاوہ مستقل
(تاریخ الحسین ص۱۲۱ (۲۵۲) جھگڑے اور فساد کا سبب بھی بنی

حضرت عمر کے اس شوریٰ کے متعلق عصرِ حاضر کا ایک دوسرا مشہور مفکر علامہ شفیق جبری اپنی کتاب "العناصر النفسیۃ فی سیاسۃ العرب" میں لکھتا ہے:-

فكرة عمر في ان يجعل امر
المسلمين شورى بين ستة
يتزاحمون على الخلافة
غلطة نفسية وقد ادرك
معاوية هذه الغلطة فقد
ذكروا ان زيادا وفد ابن
حصين الى معاوية فاقام عنده
ما اقام ثم ان معاوية بعث
اليه ليلا فخلا به فقال له
يا ابن حصين قد بلغني عندك
ذهنا وعقلا فاخبرني عن شيء
اسالك عنه قال سلني عما
بدا لك قال اخبرني ما الذي
شتت امر المسلمين وملاهم

پس عمر کی یہ پالیسی کہ چھ آدمیوں میں
خلافت کو منحصر کر کے کسی ایک کو
شوریٰ سے خلیفہ مقرر کیا جائے
جس میں یہ لوگ آپس میں حصولِ
خلافت کے لیے ایک دوسرے
سے مزاحمت کریں ایک نفسیاتی
غلطی ہے اور معاویہ نے اس غلطی
کو معلوم کر لیا تھا۔ جیسا کہ مورخین
لکھتے ہیں کہ زیاد نے معاویہ کے پاس
ایک ڈیپوٹیشن میں ابن حصین کو
بھیجا اس سلسلہ میں ابن حصین
کچھ دنوں معاویہ کے پاس رہے
ایک مرتبہ معاویہ نے ان سے تخلیہ میں
گفتگو کی۔ اے ابن حصین میں نے سنا ہے

وخالف بينهم قال نعم قتل
الناس عثمان قال ما صنعت
شيئا قال فسير علي اليك
وقاتله اياك قال ما صنعت
شيئا قال فسير طلحة
والزبير وعائشة فقاتل علي
اياهم قال ما صنعت شيئا
قال ما عندي غير هذا يا
امير المؤمنين قال فانا اخبرك
انه لم يشتت بين المسلمين
ولا فرق اهواءهم الا الشورى
التي جعلها عمر الى ستة نفر"
فلم يكن رجلا الا رجاها
لنفسه ورجاها له قومه وتطلعت
الى ذلك نفسه "هذا هو الرأي
المختم. فالشورى غلطة
نفسية رحمه الله من غلطها"
هذا الشورى في القديم كانت
غلطة نفسية فتشاء منها

کہ تم بڑے عاقل ذہین ہو جو کچھ میں
پوچھتا ہوں ذرا اس کا جواب تو دو۔ ابن
حصین نے کہا جو چاہیے دریافت فرمایئے
معاویہ نے پوچھا یہ تو بتاؤ کہ مسلمانوں میں
خلافت کے بارے میں جو اختلاف اور
یہ پارٹی بندی کیوں ہوئی؟ ابن حصین
نے جواب دیا کہ جی ہاں! یہ اس لیے
ہوا کہ لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا
معاویہ نے کہا نہیں یہ کچھ نہیں جواب دیا
کہ اچھا پھر یہ بات ہو گی کہ علیؑ جو آپ
سے لڑے اور جھگڑے۔ معاویہ نے
پھر کہا یہ کچھ نہیں۔ جواب دیا
تو یہ ہو گا کہ طلحہ و زبیر و عائشہ
جنگ جمل میں جو نکلیں۔ اور
حضرت علیؑ ان سے لڑے یہ سن کر
پھر معاویہ نے کہا یہ بھی کچھ نہیں ابن
حصین کہنے لگے مجھے تو اس کے علاوہ
اور کوئی سبب معلوم نہیں معاویہ نے کہا
کہ اچھا تو پھر میں اصل سبب بتائے دیتا ہوں

شتات المسلمین وفرقة اهوائهم والعناصر النفسیة فی سیاسة العرب صفحہ ۲۲، ۲۳ طبع قاہرہ

مسلمانوں میں جھگڑا فساد، اختلاف اور فرقہ بندی جو کچھ بھی ہے یہ اس شوریٰ کی وجہ سے ہے جس کو عمر نے قرار دیا تھا۔ اور جس میں چھ آدمیوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو اپنے لیے خلافت نہ چاہتا رہا ہو اور اس کی قوم بھی اس کو خلیفہ بنانا نہ چاہتی رہی ہو۔ اس طرح ہر ایک آرزومند خلافت ہو گیا (شفیق جبری کہتے ہیں) میرے نزدیک یہ بالکل صحیح رائے ہے۔ در اصل شوریٰ ایک نفسیاتی غلطی ہوئی ہے۔ خدا رحم کرے اس پر جس نے غلطی میں ڈالا۔ بیشک صدر اول میں شوریٰ ایک ایسی نفسیاتی غلط کاری ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اختلاف اور پارٹی بندی ہوئی۔

بہر حال سقیفہ کی ہنگامی کارروائی اور شوریٰ کی سمجھی بوجھی سیاست سے جو نتائج برآمد ہوئے اس کو علائلی کے الفاظ میں مختصراً ملاحظہ فرمائیے اور اس سے شہادتِ حسینؑ کے اصلی سبب کو بخوبی معلوم کر لیجیے:۔

۱۔ اسلامی اتحاد کا ختم ہو جانا اور مذہب سے بغاوت کرنے کی جرأت پیدا ہونا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

الاختلاف علی البیعة یوم السقیفة وامتناع فاطمة و

”روزِ سقیفہ ابوبکر کی بیعت کے موقع پر مہاجر و انصار کا اختلاف

"آل هاشم عموماً كان له صدى عكسي قوي له عند البعيدين شيئاً من الشعور بالاستهانة جراهم على الانتفاض والخروج والتمرد وربما سمهد له أن ارتداد العرب كان بعد يوم السقيفة بعشرة أيام"

(سمو المعنى في سمو الذات ص۳۳ طبع بیروت)

جناب فاطمہ اور بنی ہاشم کا بیعت نہ کرنا، یہ وہ حالات ہیں جنہوں نے عالم اسلامی میں عظیم اثرات رونما کیے، وہ لوگ جو مرکز بیعت شہر مدینہ سے دور تھے ان لوگوں نے سقیفہ کی کاروائی اور ابوبکر کے منتخب ہونے کو بہت ہی حقارت اور ذلت کی نظروں سے دیکھا اور یہی امراں کے ارتداد کا باعث ہوا اور بغاوت و سرکشی کے آمادہ ہو گئے

(اس انتخاب خلافت کے خلاف اتنا ہیجان ہوا کہ روز سقیفہ کے صرف دس دن بعد ہی قبائل مرتد ہو گئے۔

۲- اہل بیت کے ساتھ سختی اور مظالم و بے احترامی

علامہ علائلی لکھتے ہیں:-

اخذ اهل البيت بالشدة

(سمو المعنى في سمو الذات ص۳۳)

اہل بیت رسول کے ساتھ خلفاء کا سختی کے ساتھ پیش آنا

اس موقع پر علائلی نے شہرت کی بنا پر ان واقعات کو نہیں لکھا۔ کیونکہ واقعہ نگاری اصل مطلوب نہیں۔ بلکہ حکومت کی اصل پالیسی اور اس کے نتائج کو ظاہر کرتا ہے۔ محدثین اور مورخین اسلام نے تفصیل کے ساتھ

ان واقعات کو اپنے مصنفات میں لکھا ہے کتاب الامامت والسیاسۃ ابن قتیبہ الدینوری، عقد الفرید ابن عبد ربہ اندلسی، تاریخ ابن جریر الطبری، تاریخ الکامل ابن اثیر الجزری، مروج الذہب مسعودی ملاحظہ کی جائیں

علامہ صدر الدین احمد الحنفی القادری البہاری اپنی کتاب نتائج المصطفیٰ میں لکھتے ہیں :-

"و بعد از وفات پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم واقعات بسیار گذشتہ مثل معاملہ فدک و سقط شدن حمل او و تہدید نمودن عمر خطاب بنی ہاشم را کہ در خانہ زہراؑ اجتماع نمودہ بودند و نالہ و شیون نمودن حضرت زہراؑ پیش اصحاب طولے دارد ذکرش نا کردن اولیٰ تہاست وصیت نمودن حضرت زہراؑ کہ ہیچ کس بر جنازہ او حاضر نشود دلیل صریح است، بر آنکہ حضرت زہراؑ آزردہ دلول از دنیا رفت، اکنوں تاویل ہر چہ خواہند بکنید"

(روائح المصطفیٰ ص ۳۶، ۳۷ طبع کان پور)

اس امر کی طرف شمس العلماء حافظ نذیر احمد صاحب مفسر و مترجم قرآن اپنی کتاب "لعیلئے صادقہ" میں ان الفاظ سے اشارہ کرتے ہیں :-

سخت افسوس کی بات ہے کہ اہلِ بیت نبوی کو پیغمبر صاحبؐ کی وفات کے بعد ہی ایسے ہی نا ملائم اتفاقات پیش آئے ان کا ادب اور لحاظ جو ہونا چاہئیے تھا اس میں ضعف آگیا اور شدہ شدہ منجر ہوا۔ اس نا قابل برداشت واقعہ کربلا کی طرف جس کی نظیر تاریخ میں ملنی مشکل ہے۔"

یہی وہ بدسلوکی ہے جس کا افسوس و احساس خود حضرت

ابوبکر کو بھی حالتِ احتضار میں تھا کہ:۔

"کاش فاطمہؑ کے گھر کی بے ادبی نہ کرتا۔ کاش ان کے حق فدک کو مے دیتا۔ اے کاش امرِ خلافت کو رسول اللہؐ سے صاف کر لیتا"۔

(عقد الفرید ابن ربہ، مروج الذہب مسعودی، تاریخ الطبری)

۳۔ حضرت ابوبکر کا خلافت حاصل کرنے میں کامیاب ہونا دراصل مخالفین اسلام بنی اُمیہ کی کامیابی تھی۔ محقق علائلی لکھتے ہیں:۔

فلم یفز بنو تیم بفوز ابی	حضرت ابوبکر کا خلیفہ بن جانے میں
بکر بل فاز الامویون وھذا	کامیاب ہونا ان کے قبیلہ بنی تیم کی
ولذالک صبغو الدولة	کامیابی نہیں تھی۔ بلکہ دراصل یہ
بصبغتھم واثروا فی سیاستھا	بنی اُمیہ کی کامیابی تھی اس کامیابی
وھم بعید ون عن الحکم	کے نتیجہ میں بنی اُمیہ کو اس کا
کما یعین ثنا المقریزی فی رسالة	موقع ملا کہ ان لوگوں نے حکومت
النزاع والتخاصم ومن	کو اپنے رنگ میں رنگا اور اس کی
تاریخ ھذا الفوز الانتخابی	سیاست میں داخل و اثر انداز
بدأت سعایة بنی امیه	ہوگئے اگرچہ ان لوگوں کو حکومت کا کوئی
لتھنیة الاسباب الی	حق نہ تھا جیسا کہ علامہ مقریزی النزاع
الانقلاب الذی سیفضی فی	والتخاصم میں لکھتا ہے سقیفہ بنی ساعدہ میں
نھایته الی استوخاھم	مہاجرین کی کامیابی اور ابوبکر کے خلیفہ ہو جانے

علی السلطۃ،
(تاریخ الحسین ص۲۷ ش۸۵)

سے بنی اُمیہ کی کوششیں اسلام میں انقلاب پیدا کرنے کے لیے شروع ہو گئیں جس کے نتیجہ میں وہ حکومت اسلامی پر قابض متصرف ہو کر مطلق العنان حاکم و خلیفہ بن بیٹھے۔"

۴۔ خلفائے ثلاثہ کے دور میں بنی اُمیہ ہی ولایات اسلامی پر قابض و متصرف تھے۔ علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

ان اکثریۃ الامراء والولاۃ کانوا من بنی امیہ فی ازمان ابی بکر و عمر و عثمان واذ علمنا ان اثارۃ العصبیات المکبوتۃ کانت جزءۃ من سیاسۃ الحزب الاموی ذی المطامح الکبارۃ استطعنا ان نقطع بان ھولاء الولاۃ کانوا وھم یمارسون امارتھم فی زمن ابی بکر وعمر لا یفتاؤن یحیون کوامن النزعات ویربونھا لیلھبوا المجتمع الاسلامی

ابوبکر و عمر و عثمان کی خلافت کے زمانے میں امراء و حکام و والی اکثر و بیشتر بنی اُمیہ تھے۔ اور یہ معلوم ہے کہ بنی اُمیہ کے سیاسی پروگرام میں زمانہ جاہلیت کی عصبیت بھی شامل تھی۔ وہ بڑی بڑی آرزوؤں کو دل میں پوشیدہ کئے ہوئے تھے بالکل یقین ہے کہ ابوبکر و عمر کے عہد کے یہ حکام اور گورنر اپنے سینوں کے اندر کینہ کو ڈھکے ہوئے تھے اور اس گمان میں تھے کہ تمام مجمع اسلامی کو دفعۃً آگ لگا کر فنا کر دیں

الزاخر بما فيه من شؤون

(تاریخ الحسینؑ ص۸۵)

۵ - خلفاء نے اسلامی معاشرے و تمدن میں دینی مزاج پیدا کرنے کے بجائے عربوں کو بغیر تربیت یافتہ جنگجو قوم بنا دیا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں :-

التعجيل بالفتوح قبل الاختمار الديني لؤلف من مجموع الصفات النفسية للافراد صفة عامة وهي التي يعبر عنها بخلق الامة هادى الى ان يخرج هذا الخليط الكبير من العرب وينتشر في بقاع واسعة من الارض حاملاً غرائزه الاجتماعية التي كانت لانعزال اكثر اتصالا باسباب نفسه ولقد تمدون ان تصبغ كل صفاتهم الادبية بصبغتها

خلفاء کا قبل اس کے کہ عرب دینی عقائد و اسلامی اخلاق میں پختہ ہوں اور قبل اس کے کہ ان کا ایک مزاج دینی بنے۔ جہانگیری و لشکر کشی کے لیے آمادہ کر دینا اور غیر اسلامی صفات و اخلاق کے ساتھ ان لوگوں کا چاروں طرف زمین پر پھیل جانا اور گرد و پیش کے ماحول کو اپنے رنگ میں رنگ دینا۔

(تاریخ الحسین ص۳۳)

۶ - دینی تربیت و مذہبی تبلیغ جو رسول اللہؐ کے عہد میں تھی اس کا عہد

خلفاء میں بند ہو جانا۔ علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

عدم عنایته حکومة الخلفاء
ببث الدعوة وغرس التربیة
الدینیة التی کانت لازمة لذلك
المجتمع لزوم التربیة الوطنیة فی
نظام القومیات الجدیدة علی ید
دعاة یثبتون عندهم العقیدة ویختمرت
بها نفوسهم وانت اکلا هنیئا
حتی یتواتر فی نفوس المسلمین
عامة علماء الدین فیکونون
کما قال علی عظم الخالق فی
نفسهم فصغر ما دونه فی اعینهم
ولذلك فعل النبی ببعث المرشدین
والمعلمین والمبشرین فی انحاء
الجزیرة فلم یکن علیه الصلوٰة
والسلام لیقبل الاسلام من
الافراد علی انه اعمال وطقوس بل
علی انه عقیدة ومبدأ لو هذا
لا یتم الا باعمال تبشیریة

خلفاء کا تبلیغ اشاعت مذہب
ونشر تعلیمات دین اور احساس روح
اسلام پہ لوگوں کو تربیت کرنے سے
بے اعتنائی برتنا جو اس زمانہ کے
مسلمانوں کے لیے ویسا ہی ضروری
تھا۔ جیسا کہ اس زمانہ میں نظام
ملت وقومیت کو درست کرنے کے
لیے جذبۂ وطن پرستی ہے اور یہ تسلیم
وتبلیغ ایسے دیندار و پاک عقیدہ
لوگوں کے ذریعہ سے دلانی چاہیئے
تھی جن میں دین راسخ ہو چکا تھا
اور عقائد مذہب ان کے گوشت
وپوست میں پیوست تھے جس
سے دستورات دین وتعلیمات مذہب
تمام مسلمانوں میں جاری وساری
ہو جاتے اور یہ لوگ ایسے ہوتے
جیسا کہ حضرت علیؑ نے متقی دینداروں
کی تعریف میں فرمایا ہے ان کی نگاہوں

واسعة وليس بين ايدينا ما
يثبت ان حكومة الخلفاء عنيت
بهذه الناحية التبشيرية
عناية مقصودة"
(سمو المعنى في سمو الذات ص۲۶)

میں سوائے خدا کی عظمت و نیرنگی
کے ماسوا بالکل ہیچ و پوچ تھا"
حالانکہ خود رسول خدا نے تعلیمات
دین و تبلیغ مذہب کے لیے معلمین و
مبشرین و مبلغین کو اطراف جزیرۃ
العرب کی طرف روانہ کرنے میں بہت
زیادہ توجہ فرمائی تھی۔ اور حضرت لوگوں کے اسلام کو ان کے سچے عقیدہ و
خلوص کی بنا پر قبول فرماتے تھے۔ نہ کہ جبر و قانونی شکنجہ کی بنا پر ان کو مجبور کر کے
داخل اسلام کرتے تھے۔ اور یہ امر بغیر مبشرین کے پورا نہیں ہو سکتا۔ ہمارے سامنے
کوئی سند اور ثبوت اس امر کے لیے موجود نہیں ہے کہ خلفاء نے اس کو اہمیت
دی ہو اور کوئی توجہ بشارت دین و تعلیم عقائد کی طرف براہ راست کی ہو۔
علامہ علائلی تاریخ الحسین نقد و تحلیل میں اس امر کی مزید وضاحت
کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

وقد ذكرت في كتاب سمو المعنى
في سمو الذات طائفة من الاخبار
تشهد بان الاعراب ذصوما لم
يتصلوا من الدين وقد كبر
على كثيرين القول بان الخلفا
لم يعنوا بهذا اللون من التربية

"ہم نے اپنی کتاب سمو المعنی فی سمو الذات
میں اس کا تذکرہ کیا ہے کہ تاریخی شہادتیں
اس پر موجود ہیں کہ عرب دینداری
میں مستحکم نہ تھے اور بہت سے لوگ
یہ نہیں پسند کرتے کہ یہ کہا جائے
کہ خلفاء نے پرورش دین کی طرف سے

نتا دلوا عن الاشخاص الذين
اوصلوا الدين الى الجهات المختلفة
واعطوا انمائات الجامعة الاسلامية
الكبرى ونحن لسنا ننكر بان الخلفاء
عنوا بالفتح وهو يستتبعه دائماً
دخول اقوام لا عداد لهم في
دين الغالبين ولكن دخولهم
على هذا الشكل لا يعني اكثر
من انهم مسلمون بالكم فقط
وهذا ما لم نعن به وانما النظر
الى درس اسلامية هؤلاء
واولئك من حيث اثارها
في الضمير والنفوذ فيها الى ان
المدار على الضمير الذي
وحده الذي يجب تغذيته
ومده بخير التعاليم الصالحة
لارواثه بقوله عليه السلام
رجعنا من الجهاد الاصغر
الى الجهاد الاكبر وبهذا اجلي

غفلت برتی۔" وہ یہ سن کر پوچھنے لگے
ہیں کہ پھر وہ کون ہے جس نے سارے
جہان میں اسلام کو پھیلایا ہے اور کس
نے جامعہ اسلامی کو اتنا بڑھایا ہے
دراصل ہم خلفاء کی جہانگیری سے انکار
نہیں کرتے ہاں یوں ظاہر ہے کہ ان کی
تاخت وتاراج و جہانگیری ہی کے
نتیجہ میں بہت سی مغلوب اور پسپا
شدہ قومیں اپنے اوپر غلبہ پانے
والی قوم مسلمانوں کے مذہب کو
قبول کرنے کے لیے مجبور ہوئیں یہ
تو قہر و غلبہ کا لازمی نتیجہ تھا درحقیقت
اس صورت میں جو مسلمان ہوئے ان
سے تو صرف مسلمانوں کی مردم شماری
کا اضافہ ہوا۔ نہ کہ روحانیت و دین نے
ترقی کی ہم تو ان کے یا ان کے اسلام
کو اس حیثیت سے معلوم کرنا چاہتے ہیں
کہ ان کے ضمیر اور دل کی گہرائیوں
میں تعلیمات اسلام کا کتنا اثر و رسوخ تھا۔

النبیؐ عن خطتہ الرشیدۃ فی الفتح والتھذیب لانیکران سیاسۃ الخلفاء کانت سیاسۃ فتح فقط وعلیہ فقط ترکت اھم الجانبین من السیاسۃ النبویۃ

(تاریخ الحسین ص۹۹)

خود پیغمبرؐ نے بتلایا ہے کہ اسلام و مسلمانوں کا دارومدار ظاہر نہیں بلکہ باطن وضمیر دینی پہ ہے جس کی صحیح پرورش وسیرابی کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے۔ جیسا کہ حضرتؐ نے فرمایا ہے "اب ہم جہاد اصغر سے پلٹ کر جہاد اکبر کی طرف متوجہ ہوگئے ہیں"۔

پیغمبرؐ نے اپنے اس مختصر جملہ میں اپنے نظریہ کو جو تہذیب وفتوحات کے متعلق ہے آشکار وظاہر کر دیا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خلفاء کی سیاست صرف جہانگیری تک محدود تھی۔ اور پرورش دین کے متعلق پیغمبرؐ کی سیاست جو در اصل ایک اہم جنبہ ہے اس کو ان لوگوں نے ترک کر دیا تھا"۔

۷۔ خلفاء نے اسلامی مساوات کو ختم کر کے مسلمانوں میں طبقات کو قائم کیا جس کی وجہ سے سرمایہ دارانہ نظام رائج ہوگیا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

ھذہ التنظیم المالی أوجد تمایزاً کبیراً وأقام المجتمع العربی علی قاعدۃ الطبقات لعد أن کانوا سواء فی نظر القانون الشریعۃ فقد أوجد ارستقراطیۃ وشعباً

حضرت عمرؓ کا تقسیم اموال کا طریقہ عظیم امتیازات کے پیدا ہونے کا سبب ہوا اور مسلمانوں کی سوسائٹی کی تقسیم طبقات پہ ہوگئی حالانکہ شریعت اسلامی وقرآن وسنت رسولؐ نے ہر قسم

وعامۃ" کے طبقات وامتیازات کو ختم کر کے سب کو مساوات کا درجہ دے دیا تھا (تاریخ الحسین ص ۱۴۶)

لیکن اس طریقہ کار نے مساواتِ اسلامی پر ضرب کاری لگا کر اشراف (سرمایہ دار وجاگیردار) متوسط، خوشحال طبقہ اور تہی دست ومفلس عوام میں طبقہ طبقہ کر کے تقسیم کر دیا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ اصحابِ رسول کی دولت وسرمایہ داری کا اندازہ لگانا مشکل ہو گیا۔ زبیر بن عوام نے بصرہ۔ کوفہ، مصر، اسکندریہ ہر جگہ متعدد عالیشان محلات شاہی کو تعمیر کرایا۔ ان کی اصل پونجی کا شمار پچاس ہزار اشرفی ایک ہزار عربی گھوڑے۔ ایک ہزار لونڈیاں تھیں۔ اور طلحہ بن عبد اللہ نے شہر مدینہ اور کوفہ میں ہر جگہ رفیع الشان محل بنوائے۔ اور صرف عراق کے پیداشدہ غلہ اجناس کی آمدنی روزانہ ایک ہزار اشرفی ہوتی تھی۔ زید بن ثابت کے مرنے کے بعد جو سرمایہ چھوڑا اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ سونے اور چاندی کا وہ اتنا ڈھیر چھوڑ گئے تھے جو تبر کے کاٹنے سے کٹتا تھا۔ اور ایک لاکھ اشرفی کی قیمتی جائداد اس کے علاوہ تھی۔ عبد الرحمن بن عوف نے ایک بہت وسیع اور عالیشان قصر تعمیر کرایا اور اس کے اصطبل میں سو گھوڑے اور ایک ہزار اونٹ اور بالدہ میں دس ہزار بھیڑیں اور بکریاں تھیں۔ اور ان کے مرنے کے بعد تمکے کے چوتھے حصہ کی قیمت ۸۴ ہزار اشرفی ہوئی۔ اور یعلی بن امیہ جب مرے ہیں تو انہوں نے ہزار دینار سرخ نقد علاوہ ازیں جائداد کے چھوڑے اور ان سب کے علاوہ ایک لاکھ دینار لوگوں پر ان کا قرضہ

تھا (مروج الذہب مسعودی جلد ۲ صفحہ ۲۴۲)

خود حضرت عثمان اتنی دولت رکھتے تھے کہ ان کا لقب ہی غنی (یعنی بیلیٹ ۔ دھنی) ہوگیا تھا۔ موصوف نے صرف شہر مدینہ میں سات عالیشان محلات شاہی تعمیر کرائے تھے۔ بکثرت لونڈی ، غلام اور باغات اور چشمے تھے۔ اصطبل میں گھوڑے اور اونٹ بے شمار تھے جس دن یہ قتل ہوئے ہیں ان کے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار اشرفیاں اور دس ہزار درہم تھے وادی القریٰ اور حنین میں زمین وجائداد تھی ، جس کی قیمت ایک لاکھ اشرفیاں تھیں اور جواہرات وزیورات اس کے علاوہ ۔ جن کی قیمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔

۸ ۔ خلفاء کے دور میں منجملہ دیگر چیزوں کے عورتوں کی غیر اسلامی روش اور شورش دنیا دف نے بھی مسلمانوں کو متاثر کیا جس کے نتیجہ میں بدترین نتائج سے دوچار ہونا پڑا۔

علامہ علائلی لکھتے ہیں :۔

ظهور المرأة وهي لا تتسع الافكار الكلية العامة وانما تفكر تفكيرا جزئيا خالصا فكان لها اثر في التوجيه الجديد وقد ظهرت المرأة بحركات كبيرة استقلالية في مناسبتين ليوم الردة في

"عورتوں کی کارستانی" عورت کے لیے یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ وہ مردوں کا سا دل ودماغ پیدا کر سکے۔ اس کے دل ودماغ میں اتنی گنجائش کہاں کہ اہم امور سما سکیں ان کو تو چھوٹے اور معمولی کاموں کے سوچنے کی سوجھ بوجھ

مناسبتین یوم الردة فی امرأتین
احدهما سجاح بنت الحارث و
تقدم خبرها والاخری هی سلمی
ابنة مالك بن حذیفة سبیت
ایام رسول الله ووقعت لعائشة
فاعتقها وقد قادت جموع
غطفان وهوازن وسلیم واسد وطی
ثائرة فنزل خالد بن الولید
علیها وعلی جمعها فاقتتلوا
وهی واقفة علی جمل امها وكانت
موهوبة عظیمة المنزلة تستنهض
الجموع وتعزز الحماس وقد
قتل حول جملها مائة رجل
ثم قتلت وتفللت الجموع
وارتدت هذه المرأة بتجتبه
لتفكیر مهی او قل سطحی تهی
ترید ان تثار لاخیها حكمة
الذی قتل ایام النبیؐ
(تاریخ الحسین ص ۱۹۷)

ہوتی یہی وجہ ہے کہ اسلام کے جدید
نظام معاشرت میں عورتوں کو دخیل
ہو جانے سے اسلام کو عجیب کشمکش میں
مبتلا ہو جانا پڑا۔ دور اول اسلام میں
عورت بڑی بڑی تحریکوں کے چلانے
کا سبب ہوئی اول اول فتنہ ارتداد
کے موقع پر دو عورتوں نے ایسی حرکتیں
کیں ایک سجاح بنت حارث جس کا تذکرہ
ہو چکا ہے (جس نے نبوت کا دعویٰ
کیا تھا اور جس نے ایک دوسرے نبی
مسیلمہ کذاب سے مصالحت کر کے عقد
کر لیا تھا) دوسری سلمیٰ بنت مالک
بن حذیفہ (طبری جلد ۳ ص ۲۲۳ و ۲۲۴)
جو رسول اللہؐ کے زمانہ میں گرفتار
ہوئی تھی اور بی بی عائشہ کو کنیزی
میں ملی تھی جس کو موصوفہ نے بعد میں
آزاد کر دیا تھا یہی وہ عورت ہے
جس نے بعد وفات پیغمبر تمام قبائل غطفان
ہوازن سلیم۔ اسد وطی کی حکومت

کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر کے ایک شورش و غدر پیدا کر دیا تھا اور خود باغیوں اور شورش پسندوں کی قائد و سردار بن گئی۔ اور خالد بن ولید اسلامی لشکر کے ساتھ اس سے مقاتلہ و مقابلہ کرنے کے لیے آئے۔ جنگ کے موقع پر سلمٰی اپنی ماں کے اونٹ پر سوار ہو کر نکلی۔ یہ لوگوں میں جوش و خروش پیدا کر کے لڑنے کے لیے آمادہ کرتی تھی۔ اس حالت میں سلمٰی کے اونٹ کے چاروں طرف جو محافظین تھے ان میں سے سو آدمی قتل کیے گئے۔ اور آخرکار جب خود بھی ماری گئی اس وقت اس کی فوج پراگندہ ہوئی۔ یہ عورت صرف اس معمولی سطحی بات پر کہ اس کا بھائی عکنت رسول اللہؐ کے زمانہ میں بحالت کفر مسلمانوں کے ہاتھ سے مارا گیا خود مرتد ہوئی اور اتنے بڑے فتنہ و فساد اور خونریزی کا سبب ہوئی۔ آگے چل کر محقق علائلی لکھتے ہیں:۔

(ب) "ظہور المرأة" یوم الجمل فی شخص عائشۃ فانھا تعید مثل دور عید قتھا سلمٰی ابنۃ مالک فقد خرجت علی حکومۃ علیؑ کما خرجت الاخری علی حکومۃ ابیھا ولعرض مشابہ تقریباً فتلک تثأر لاخیھا وھذہ تثأر لعثمان وقد سبقت الصدیقۃ بینھما زمناً طویلاً

دوسرے ایک عورت کی کارستانی بی بی عائشہ کی شخصیت میں جنگ جمل میں ظاہر ہوئی حضرت عائشہ نے بھی مثل اپنی آزاد کردہ لونڈی سلمٰی بنت مالک کے عمل کیا اور حضرت علیؑ کی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ جس طرح سلمٰی نے حضرت عائشہ کے باپ ابوبکر کے خلاف کیا تھا۔ سلمٰی کا مقصد یہ تھا

فقد کانت تختلف الی عائشه کثیرا
وتنزل علیها دائما ولا یبعد عندی
ان یکون فی جملة الرغبات التی
دفعت عائشة الی الخروج انها
کانت معجبة بالدور الذی
لعبته سلمی وقد کان دوراً معجباً
حقاً لهج به الناس کثیرا حتی قیل
بلغ من عزها انه وضع مائة
من الابل بین یدی علی بخس
جمالها والمرأة ذات تفکیر
جزئی تشیع فیه المیول والعواطف
لذلک لا استبعد ان تکون عائشة
قد انطوت علی الاعجاب عمیق
لسلمی وهذا الاعجاب کان عاملا
نفسیا کبیرا هون علیها سبیل
الخروج متطلب دوراً مماثلاً
تکون فیه القائدة وعلی جمل
ایضا لیغنی دعنه کثیرون ویکان
المصیر واحداً تقریباً وهذا

کہ اپنے بھائی کے خون کا بدلہ لے
اور حضرت عائشہ کی غرض بھی یہی تھی
کہ عثمان کے خون کا بدلہ حضرت علی
سے لیں سلمی اور حضرت عائشہ میں
بہت زیادہ ملاپ تھا ایک مدت تک
باہم شیر و شکر رہ چکی تھیں اور جب
بھی سلمی مدینہ آتی تو بی بی عائشہ ہی کے
یہاں ٹھہرتی تھی بعید نہیں کہ منجملہ دیگر
اسباب کے بی بی عائشہ کے خروج و شورش
کا سبب ہوں ایک سبب یہ بھی ہو کہ
عائشہ کو سلمی کا یہ کھیل پسند آیا ہو
اس لیے خود بھی یہی پسندیدہ کھیل کھیلیں
بات تو یہ ہے کہ یہ اچھا مشہور کرنے
والا کھیل تھا جس کے چرچے زبان زد
ہو گئے ہر ایک یہی کہتا تھا واہ کیا
غیرت والی عورت تھی کہ سو اونٹ اس کی
سواری کے اونٹ کے سے خدا معلوم کیسے ہل
یہ ہے کہ عورت جذبات سے متاثر ہونے
والا دل و دماغ رکھتی ہے

من اغرب المصادفات التاریخیة	اس لیے بعید نہیں کہ بی بی عائشہ نے
ولتنبه الی اننا لا نقول بان	سلمٰی کی جنگی حرکات کو نہایت پسند کیا
اعجاب عائشہ بسلمی کان عاملا	ہو اور اس فعل کی خوبیاں ان کے دل
من عوامل خروجہا بل نقول	و دماغ پر مسلط ہو کر نفسیاتی حیثیت سے
کان نجعتہ فی جملتہ الدوافع	خروج و بغاوت کو ایک آسان امر
التی ترکت علیہا عزمہا فخروج	بنانے میں سازگار ہوئی ہوں - اس
عائشہ کامرأة للقیادة العامة	لیے موصوفہ کے دل میں یہ بات جگہ پا گئی
شئی جدید فی المجتمع الا	ہو کہ وہ بھی کیوں نہ مثل سلمٰی کے
سلامی الاول فظہور المرأة	کسی فوج و لشکر کی قیادت فرمائیں اور
شئی جدید آثار مسالة	مثل سلمٰی کے معرکۂ جنگ و خونین
جدیدة ما فی ذالک شک"	میدان میں اونٹ پر سوار ہو کر نکلیں
(تاریخ العرب ص ۱۸۷ و ۱۸۸)	اور بہت سے لوگ ان کی حمایت میں

ذریعہ ہو جائیں۔ دونوں خاتونوں کا انجام ایک ہی سا ہوا ان دونوں مختلف واقعات کا ایک ہی سا ہونا ایک عجیب حیرت ناک تصادف و اتفاق ہے میں ایک مرتبہ پھر متنبہ کر دوں کہ میں یہ نہیں کہتا کہ صرف سلمٰی کے فعل کو پسند کرنا ہی بی بی عائشہ کے خروج کا سبب تھا بلکہ مقصد میرے کہنے کا یہ ہے۔ کہ سلمٰی کے حرکات بی بی عائشہ کی رغبت کا سبب بنے اور اسی کے مطابق بی بی صاحبہ نے نقشہ جنگ بنایا حضرت عائشہ جو ایک عورت ذات تھیں۔ ان کا ایک لشکر کی قیادت کرتے ہوئے بغاوت کے لیے نکلنا صدر اول کی

اسلامی سوسائٹی میں ایک نئی بات تھی جس نے مسلمانوں میں نئے نئے مسائل پیدا کر دیئے "

حضرت ابوبکر کی بیٹی حضرت عائشہ اسلامی تاریخ میں مختلف خصوصیات کی وجہ سے مشہور ہیں۔ یہی وہ بی بی ہیں جو اپنی ناتجربہ کاری اور کمسنی کے عہد میں رسول اللہؐ کی زوجیت میں رہیں۔ آپ کو اسلامی فقہیات میں اجتہاد کے درجہ پر مانا جاتا ہے آپ ہی اسلامی سیاست میں ایک بڑے انقلاب کا سبب بھی ہوئیں۔ یہ موصوفہ ہی کی سوجھ بوجھ کا اثر ہے کہ ان کے والد خلیفہ بن جانے میں کامیاب ہوئے اور فطری نسوانی کمزوری کی وجہ سے آپ نے شوہر کی اولاد کے ساتھ اچھے سلوک نہیں کیے۔ اول و دوم خلافت میں آپ کو حکومت کی طرف سے جو منفعت اور رعایت تھی اس میں تیسری خلافت میں کمی واقع ہوگئی۔ اس کی وجہ سے آپ حضرت عثمان کے خلاف ہوگئیں۔ اور آپ نے ان کو قتل کر دینے کا فتویٰ ان الفاظ میں دیا "اقتلوا نعثلاً فقد کفر" لوگو! اس یہودی نسل (حضرت عثمان) کو قتل کر دو یہ کافر ہوگیا۔ مسلمانو! دیکھو یہ رسول اللہؐ کے کپڑے بوسیدہ نہیں ہوئے لیکن عثمان نے سنتِ رسولؐ کو مٹا ڈالا۔ (الصدیقہ بنت الصدیق العقاد المصری صفحہ ۱۲۳ طبع مصر)

حضرت عائشہ کی مخالفت سے مخالفین عثمان کو تقویت ہوئی۔ طلحہ و زبیر بھی مخالفین کا ساتھ دے رہے تھے۔ اگرچہ حضرت علیؑ نے اس فساد کو دبانا چاہا، دونوں فریقوں کو سمجھایا۔ امام حسنؑ اور امام حسینؑ بنفس

نفیس مخالفین کو سمجھانے گئے۔ اور عثمان اور ان کے عیال کو پانی پہنچایا
لیکن پانی سر سے اونچا ہو گیا تھا۔ حضرت عثمان کو قتیل الدار ہونا پڑا۔ اب
یہ اجماعی خلافت باتفاق امت حضرت علیؑ کے سپرد کی جاتی ہے علیؑ بظاہر
جس اصول و نظریہ کے ماتحت چوتھے خلیفہ منتخب ہوئے تھے۔ اس سے
حضرت عائشہ کو اختلاف کرنے کی کوئی وجہ نہ ہوتی چاہیے تھی لیکن حضرت عائشہ
کسی طرح بھی آلِ محمدؐ کے اقتدار کو نہیں دیکھ سکتی تھیں اس لیے مقتول خلیفہ کے
خون کا انتقام لینے کے بہانے سے جنگ جمل میں حضرت علیؑ سے برسرپیکار ہو گئیں
طلحہ و زبیر بھی ممد و معاون تھے، اور اس طرح علیؑ اور ان کے ساتھیوں کو
خونِ عثمان کا ذمہ دار قرار دے کر بنی امیہ کی کینہ پرور قوم کو اس پر آمادہ کر دیا جاتا ہے
کہ وہ اموی خلیفہ عثمان کے خون کا بدلہ علیؑ اور اولاد علیؑ سے لیں۔ دیکھئے کس کامیابی
کے ساتھ یہ کھیل کھیلا گیا کہ ایک جنگ جمل کے ختم ہو جانے کے بعد اسی طلب انتقام خونِ
عثمان کے بہانہ سے معاویہ اموی صفین کے معرکہ میں امیر المومنینؑ سے برسرپیکار رہا۔
یہاں تک کہ مسجد کوفہ میں امیر المومنینؑ شہید ہو جاتے ہیں۔ امیر المومنین کی شہادت
کے بعد بنی امیہ بعوض خونِ عثمان امام حسنؑ اور امام حسینؑ اور تمام اولاد عبد المطلب
کو شہید کرنے کی فکر میں رہے جس کا کبھی کبھی وہ اظہار بھی کر دیا کرتے تھے۔ چنانچہ
اخطب خوارزمی لکھتے ہیں کہ ایک دن معاویہ کے دربار میں عمرو بن عاص، عقبہ بن
ابی سفیان، ولید بن عقبہ، مغیرہ بن شعبہ سب کے سب مجتمع تھے معاویہ
نے امام حسنؑ کو طلب کیا۔ جب حضرت تشریف لائے تو معاویہ نے
امام حسنؑ سے کہا:۔

ثم دعوا لیخبروك ان عثمان قتل مظلوما وان اباك قتله فاسمع منهم۔

"ان لوگوں نے آپ کو اس لیے دعوت دی ہے کہ آپ کو آگاہ کریں کہ عثمان مظلوم قتل کیے گئے اور آپ کے باپ نے ان کو قتل کیا۔ اب آپ ان کی باتوں کو سنئے۔"

عمرو عاص نے کہا:۔

انكم بنی عبد المطلب لم یكن الله لیعطیكم الملك بقتلكم الخلفاء واستحلالكم ما حرم الله من الدماء

"اے بنی عبد المطلب خلفاء کو قتل کرنے اور خونریزی کرنے کی وجہ سے خدا تم کو حکومت نہیں عطا کرے گا۔"

عتبہ بن ابی سفیان نے کہا:۔

انكم بنی عبد المطلب قتلتم عثمان فوالله ان لنا فیكم دم عثمان وان لنا الحق ان نقتلكم به فاما ابوك فقد تفرد الله به ولكفانا ایاه واما انت فوالله ما علینا ان قتلناك بعثمان حرج ولا اثم۔"

"اے بنی عبد المطلب تم قاتلان عثمان ہو۔ خدا کی قسم ہمارے طلب قصاص کے لیے یہ کافی ہے کہ تم پر خون عثمان ہے اس لیے ہم حق پر ہوں گے اگر ہم تمہیں قتل کریں۔ اے حسنؑ! تمہارے باپ سے تو خدا نے سمجھ لیا لیکن تم پس اگر ہم تم کو عثمان کے بدلے میں قتل کر ڈالیں تو کوئی گناہ و حرج نہیں ہے۔"

ولید بن عقبہ نے کہا:۔

"کنتم اول من خنق علیه وحسده وکنتم قتلته فکیف ترون الله طالب دمه"

(تم نے بنی عبدالمطلب سب سے پہلے تم نے عثمان سے عداوت وحسد کو ظاہر کیا اور تمہیں ان کے قاتل ہو)

مغیرہ بن شعبہ نے کہا:-

"ثم طعن علی عثمان حتی قتلہ وفقد جعل اللہ سلطانا لولی المقتول فی کتابه المنزل فمعاویه ولی المقتول بغیر حق فلو قتلناک واخاک کان من الحق واللہ مادم ولد علی عند نا بخیر من دم عثمان"

(اے حسنؑ) تمہارے باپ علیؑ نے عثمان پر الزام لگا کر ان کو قتل کر دیا اور اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے کہ مقتول کے ولی کو خدا نے قوت و غلبہ عطا کیا ہے پس معاویہ عثمان مظلوم کے ولی ہیں۔ اس لیے اگر ہم لوگ آپ کو اور آپ کے بھائی حسینؑ کو قتل کر ڈالیں تو یہ حق ہوگا۔ خدا کی قسم عثمان کے خون سے اولاد علیؑ کا خون بہتر نہیں ہے"

(مقتل الحسین للخوارزمی الجزء الاول صفحات ۱۱۲، ۱۱۳ طبع عراق)

اس مثال سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ اپنے مقصد میں کیونکر کامیاب ہوئیں۔ اور بنی امیہ کو کس طرح اولادِ رسولؐ کے خون بہانے کا بہانہ ملا اہلبیتؑ اور امام حسنؑ کی شہادت کے بعد ایک مرتبہ پھر بی بی عائشہ شورش لیے امویوں کے جتھے کے ساتھ نظر آئیں۔ جب امام حسینؑ اور بنی ہاشم امام حسنؑ کو دفن کرنے کے لیے مزارِ رسولؐ کی طرف لیے جا رہے تھے مروان اور بی بی عائشہ اموی جماعت کے ساتھ جارحانہ اقدام کرتے ہوئے حسینؑ کے مقابلہ میں آگئیں

حالت یہ تھی کہ امام حسنؑ کا جنازہ تیروں کا نشانہ بن گیا ممکن ہے کہ ہاشمی جوان و اہل بیت زخمی بھی ہو گئے ہوں۔ اس مرتبہ حضرت عائشہ اونٹ پر نہیں بلکہ خچر پر سوار تھیں اور مجمع یہ آواز بلند کر رہا تھا۔

أيدفن عثمان في اقصى البقيع	"عثمان تو بقیع سے دور دفن ہوں اور
و يدفن الحسن بيت رسول الله	حسنؑ رسول اللہؐ کے گھر میں دفن کیے
والله لايكون ذلك ابدا	جائیں بخدا ایسا کبھی نہیں ہو سکتا"

مقاتل الطالبين ابو الفرج الاموی صفحہ ۵

یہاں تک کہ یہی جذبۂ انتقام کربلا میں بھی نظر آتا ہے چنانچہ بندش آب کے سلسلہ میں جو حکم نامہ لکھا گیا ہے اس میں یہ تشریح ہے:-

حل بين الحسين واصحابه و	حسینؑ و اصحاب حسینؑ اور پانی کے
بين الماء ولايذوقوا منه	درمیان حائل ہو جاؤ۔ یہ لوگ ایک قطرہ
قطرة كما صنع بالتقى الزكى	بھی پانی نہ چکھ سکیں۔ جیسا کہ
المظلوم امير المومنين عثمان	تقی زکی مظلوم امیر المومنین عثمان
بن عفان	بن عفان کے ساتھ کیا گیا ہے۔"

تاریخ الطبری جزء اول الجلد ثانی صفحہ ۳۱۲ طبع جرمن

کربلا میں حسینؑ کی شہادت کا واقعہ کسی اتفاق کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ دفعتہ واقع ہو گیا بلکہ اسلام کے خلاف ایک سازش تھی جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا شریعت و روحانیت اسلام کو مٹانے کے لیے حیات رسولؐ ہی سے مسلسل کوششوں کا

سلسلہ جاری تھا۔ جس میں تدریجاً آثارِ اسلام کو مٹایا جا رہا تھا۔ در اصل جامعۂ اسلام میں کفار و مخالفین اسلام کا ایک گروہ نفاق کے لباس میں موجود تھا جو بظاہر اسی کو کلمہ گو ظاہر کرتا تھا۔ لیکن بباطن بیخ دین اسلام کو اکھاڑ دینا چاہتا تھا۔ ان مخالف جماعت کا تیہ علامہ علائلی ان الفاظ میں بتلاتے ہیں :-

هذا بحث لا يعنينا منه الا ان نحس حالة الشك عند العرب قبل الاسلام ومقدار ما بقي منها في النفوس بعد لا وقد ظهر لنا مما سبق ان حالة الشك كانت متحكمة الى حد كبير في عهد النبي شكلا آخر هي نفاقه" (تاريخ الحسين ص۱۱)

"مقصد اس بحث کا یہ ہے کہ ہم سمجھ سکیں کہ عربوں کو دینی مذہب کے متعلق قبل اسلام کس قدر شک تھا اور یہ شک دینی بعد اسلام ان میں کتنا باقی رہ گیا تھا ہماری اس بحث سے ظاہر ہو گیا ہے کہ عربوں میں یہ شک دینی کس قدر محکم و پائیدار تھا۔ اور ان کے دل و دماغ اس کی وجہ سے کس قدر تیرہ و تار تھے ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ یہ شک دینی پیغمبرؐ کے عہد میں (ظاہری مسلمانوں میں) ایک دوسری شکل میں ظاہر ہوا جس کو نفاق کہتے ہیں"

عربوں کی یہ بے دینی جو بصورت نفاق ظاہر ہوئی جس کو علامہ علائلی شک دینی سے تعبیر کرتے ہیں۔ عہد رسالت میں خواہ کتنی ہی کمزور و بے اثر ہو لیکن منافقین اپنی قوت کو بڑھانے اور اپنے دلی مقصد کو پورا کرنے میں برابر جد و جہد کرتے رہے۔ چنانچہ معاویہ کے عہد میں یہ حالت

ہو چکی تھی کہ اب دین اسلام کا کوئی لحاظ نہیں رہ گیا تھا۔ علامہ محمد بن عقیل الحضرمی لکھتے ہیں:-

وکان معاویۃ واصحابہ غیر	معاویہ اسلام کے ساتھ ظاہر دین
متقیدین بدین ولا ملتزمین	کے پابند نہ تھے اور نہ دل میں شریعت
فی الباطن الشراعیۃ بل کانوا	اسلام کے معتقد تھے۔ بلکہ یہ لوگ
یستعملون المکر والخبث والغدر	مکاری، خباثت، غداری، جھوٹ
والکذب والتغریر والتاویل	دھوکہ، فریب پر عمل کر کے مقصد
ما تیسر جوابہ وجوہ مصالحھم	برآری کرتے رہتے تھے۔ چاہے
سواء کان جائز فی الشرع	یہ امور شرعاً جائز ہوں یا ناجائز یا
او محظور او سواء کان فیہ	اس سے خدا راضی ہو یا ناراض نہیں
سخط اللہ تعالیٰ ام رضاہٗ	اس کی کچھ پروا نہ تھی۔

(النصائح الکافیہ ص ۱۶۵ طبع حیدرآباد)

معاویہ کے عہد میں اہل دین اصحاب پیغمبر ذلیل و رسوا تھے ان کو مقید و قتل کیا جاتا تھا۔ دین کی مختلف طریقوں سے اہانت کی جاتی تھی (دیکھا جائے امام حسینؑ کا وہ مکتوب جو آپ نے معاویہ کو تحریر فرمایا ہے۔) غداران اسلام منافقین اور دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ (ابن سرجون وابن اثال وغیرہما) اس کے مشیر و دبیر تھے یہاں تک کہ مرتے وقت معاویہ کے گلے میں صلیب لٹکتی نظر آئی۔

(محاضرات امام راغب اصفہانی)

یزید بھی اپنی نسلی خصوصیات اور تعلیم و تربیت و ماحول کے اعتبار سے
بالکل بے دین تھا۔ باپ کی طرف سے شک دینی و نفاق کو میراث میں پایا
تھا اس کی ماں میسون کلبیہ ایک صحرائی قبیلہ بنی کلب کی بدویہ تھی۔ بنی کلب بادیہ
نشین قبیلہ تھا۔ جو قبل اسلام مسیحی تھا۔ ان کے عادات و اطوار صحرائی قسم کو بدوؤں
کے سے تھے جن پر عیسائیت کی رنگ آمیزی بعد اسلام بھی پائی جاتی تھی۔ یزید
اپنے بچپنے اور جوانی کی ابتدائی منزلوں میں یہیں رہا اور ننھیالی اطوار و کردار کو
قبول کرتا رہا۔ جس کی وجہ سے بربریت اور اسلام سے بغاوت اس کی
گھٹی میں شامل تھی۔ صرف یہی نہیں بلکہ معاویہ نے اپنے چشم و چراغ اور
ولی عہد کی تعلیم و تربیت کے لیے ایک نسطوری عیسائی کو مقرر کیا تھا (سمو المعنی
فی سمو الذات علامہ علائلی ص۷۰ کتاب معاویہ و کتاب یزید لاب لامنس مسیحی)
اس لیے یزید کی تعلیم و تربیت اور نشو و نما اسلام کے بالکل خلاف ہوئی
تھی۔ علامہ علائلی لکھتے ہیں:۔

ان یزید نشأ نشأة مسیحیة — یزید مسیحیت میں پروان چڑھا
تبعد کثیرا عن روح الاسلام — جس کو اسلام سے لگاؤ نہ تھا
(سمو المعنی فی السمو الذات علائلی ص۶۰)

علامہ علائلی پھر لکھتے ہیں:۔

فقد کان یزید فی تقریب المسیحیین ویکثر منهم من بطانته الحاجة لما انه یقع — یزید عیسائیوں کو بہت زیادہ اپنا مقرب بنائے ہوئے تھا اور بہت سے عیسائیوں کو اپنا محرم اسرار بنا

بینهم علی من یمتزج به و
ینسجم معه علی ما یقولون ولقد
اطمان الیهم عهد بتربیة
ابنه الی مسیحی علی ما لا
اختلاف فیه بین المورخین
ولا یمکن ان نتمثل هذه الصلة
الوثیقة والتعلق الشدید
بالاخطل وغیره الا الی مکان
التربیة ذات الصیغة الخاصة
واللون الثانی اذا کان یقیناً
او یشبه الیقین ان تربیة یزید لم
تکن اسلامیة خالصة او
بعبارة اخری کانت مسیحیة
خالصة فلم یبق ما یستغرب
معه ان یکون متجاوزاً و
مستهتراً مستخفاً بما علیه
الجماعة الاسلامیة لا یعجب
لتقالیدها واعتقاداتها ای
حساب ولا یقیم لها وزنا

لیا تھا۔ چنانچہ مورخین کہتے ہیں
کہ وہ نصرانیوں سے اتنا مانوس تھا
کہ اس نے بھی (مثل اپنے باپ کے)
اپنے بیٹے کا اتالیق ایک عیسائی کو
مقرر کیا تھا۔ اور اس میں مورخین
میں کوئی اختلاف نہیں ہے یہ
صرف اس وجہ سے تھا کہ خود یزید
کی تربیت و پرورش مسیحیت و بدویت
پر ہوئی تھی۔ اسی وجہ سے وہ مشہور
عیسائی شاعر خطل وغیرہ وغیرہ سے
بہت زیادہ اتحاد وارتباط رکھتا تھا۔
یہ یقین کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ
یزید کی تربیت و پرورش خالص
مسیحیت کے اوپر تھی۔ نہ خالص
اسلام پر۔ اس بنا پر
یزید کا اسلام سے کنارہ کش
ہونا قانون اسلام سے بغاوت
کرنا، شریعت اسلام کو حقیر سمجھنا
اور اس کی نگاہوں میں اعتقادات

بل الذی یستغرب ان یکون
علی غیر ذلک لذلک اعتمد
روایۃ الیعقوبی المحققۃ
من ان یزید امر ابن زیاد
بقتل الحسین واشار فی غیرها
واُمیل الی انها تنفصل من یزید
(سمو المعنی فی سمو الذات علائلی ص۶۱)

وہ پابندی مذہب کا کوئی وزن
نہ ہونا بعید از امکانات نہیں
ہے بلکہ بعید از امکان کے خلاف
ہوگا کہ وہ پابند اسلام ہوتا۔ اسی
لیے میں مورخ یعقوبی کی روایت
کی صحت کا یقین رکھتا ہوں جبکہ
اس نے لکھا ہے کہ یزید نے
ابن زیاد کو امام حسینؓ کے قتل کر دینے کا حکم دیا تھا

یہی وہ وقت تھا جب نفاق کھل کر کفر کے لباس میں سامنے آگیا

یزید وہ ہے جو یہ ترانے گاتا تھا ؎

لعبت ہاشم بالملک فلا
خبر جاء ولا وحی نزل

"بنی ہاشم (محمدؐ) حصولِ سلطنت کے لیے ایک کھیل کھیلے تھے درحقیقت
نہ کوئی ان پر وحی نازل ہوئی اور نہ کوئی آسمانی خبر آئی"

کبھی کہتا تھا:۔

فان حرمت علی دین احمد
فخذها علی دین المسیح ابن مریم

"اے ساقی ہم کو خوب شراب پلا، کچھ پرواہ نہ کر اگر یہ دین احمدی میں
حرام ہے تو ہونے دو دین مسیحی میں تو حلال ہے"

کبھی کہتا ہے

شغلتنی نغمۃ العیدان

من صوت الاذان

"ارے مجھ کو ستار اور سارنگی کے نغموں سے اذان کی آواز سننے
کی فرصت نہیں"
کبھی کہتا ہے

فان الذی حدثت یوم بعثنا

احادیث طسم تجعل القلب ساھیا

"یہ جو دوسری زندگی کے متعلق تو نے قصے سنے ہوں گے، یہ پارینہ قصے
ہیں۔ جو انسان کے دل کو نادانی میں مبتلا کرتے ہیں"
وہ اتنا بڑا بے دین تھا۔ رجلا ینکح الامھات والبنات والاخوات
ویشرب الخمر ویدع الصلوٰۃ ماں بیٹیوں بہنوں سے خواہش
پوری کرتا تھا۔ علانیہ شراب پیتا تھا۔ اور تارک الصلوٰۃ تھا۔ (صواعق
محرقہ ابن حجر۔ طبقات ابن ابی سعد)
"وفی ایامہ ظہر الغنا بمکۃ والمدینۃ واستعملت الملاھی
واظہر الناس شرب الشراب" حد ہو گئی تھی۔ اس کے زمانہ میں مکہ
ومدینہ جیسے مقدس شہروں میں علانیہ گانا بجانا، لہو ولعب اور شراب خوری
ہونے لگی تھی۔" (مروج الذہب مسعودی جلد ۲ ص ۳۷ طبع بولاق)
اب حسینؑ پر لازم آ گیا کہ اپنے نانا کے دین کو بچانے کے لیے ایک

عظیم قربانی پیش کریں۔ اور اسلام کو تباہی سے بچا کر از سر نو اس کی بنیاد کو مضبوط کریں۔

علامہ علائلی بالکل صحیح فرماتے ہیں:۔

ومن ثم کان جدیرا علیہ السلام بان یسمی البناء الثانی فی الاسلام بعد جدہ المصطفیٰ صلوات اللہ علیہ وبانہ المجدد لبنایۃ التوحید کما یقول الشاعر الھندی معین الدین اجمیری رحمہ اللہ۔

امام حسینؑ نے اسلام کو بچا کر یہ استحقاق پیدا کر لیا ہے کہ آپ اپنے جد محمد مصطفیٰ صلعم کے بعد اسلام کے دوسرے بانی سمجھے جائیں اور آپ کو بنائے (کلمہ) توحید کا مجدد مانا جائے جیسا کہ خواجہ معین الدین اجمیریؒ فرماتے ہیں:۔

شاہ ہست حسینؑ پادشاہ ہست حسینؑ

دین ہست حسینؑ و دین پناہ ہست حسینؑ

سر داد نہ داد دست در دستِ یزید

حقا کہ بنائے لا الہ ہست حسینؑ

(سمو المعنی فی سمو الذات ص۱۱۱ طبع بیروت)